© rasailojaraid.com

از جناب ڈاکٹر نثار احمد فاروقی۔ صدر شعبہ عربی۔ دہلی یونیورسٹی۔ دہلی

دارالعلوم دیوبند

ایک اجمالی تعارف اور جائزہ

دیوبند مغربی اتر پردیش کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ جو ہزاروں سال سے آباد بتایا جاتا ہے مگر تاریخوں میں اس کا ذکر سب سے پہلے ابوالفضل کی آئین اکبری میں ملتا ہے۔ اس کا نام کسی زمانے میں "دیوی بن" رہا ہوگا جو بدل کر دیوبند ہو گیا ہے۔ یہاں قدیم زمانے کی کوئی تاریخی عمارت نہیں ہے البتہ لودھی حکومت اور عہد اورنگ زیب کی بھی بعض مسجدیں موجود ہیں۔ ان میں چھتے والی مسجد کو قدیم ترین کہا جاتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ یہاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ایک خلیفہ اور علامہ ابن جوزی کے تلامذہ شیخ علاؤ الدین جنگل باش مدفون ہیں۔

آج دیوبند کی اہمیت اس لئے ہے کہ یہاں ایک بہت بڑی اسلامی علوم کی درسگاہ ہے۔ جو عالم اسلام کے چند بڑے مدرسوں میں سے ایک سمجھی جاتی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہندستان کی شکست کے بعد برطانوی سامراج نے زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا۔ مغربی تہذیب اور مغربی طرز کی تعلیم عام ہو گئی۔ مشرقی اور ہندستانی طرز معاشرت کے آثار رفتہ رفتہ مٹنے لگے۔ عیسائی مشنری اپنی حکومت کی سرپرستی میں جگہ جگہ مناظر کرنے اور تبلیغ کرنے کے لئے پھیل گئے مذہبی آزادی اور حکومت کی غیر جانب داری کے نام پر مختلف مذہبی فرقوں کے درمیان بحث و مناظرہ اور زبانی و تحریری جنگ و جدال کا بازار گرم ہو گیا۔ میکالے رپورٹ کے بعد جو نظام تعلیم سرکاری مدرسوں میں رائج کیا گیا اس کے صرف دو مقصد تھے۔ ایک تو ہندوستانیوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے بیج بونا، ان کی تاریخ کو مسخ کرنا اور تہذیب و معاشرت کو حقیر کر کے دکھانا۔ دوسرے دفتروں میں معمولی اسامیوں کے لئے بابو پیدا کرنا۔ اعلیٰ عہدے دار اکثر انگریز ہوتے تھے کسی ہندستانی کو کبھی اتفاق سے ہی کوئی بڑا عہدہ مل سکتا تھا۔ سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ تھی کہ اپنے مذہب کا علم، اپنی صحیح تاریخ سے واقفیت اور اپنی تہذیبی اقدار سے محبت فنا ہوتی جا رہی تھی۔ جس کی طرف اکبر الہ آبادی نے یوں اشارہ کیا ہے ؎

مرزا غریب چپ ہیں، ان کی کتاب ردّی
بدّھو اکڑ رہے ہیں، صاحب نے یہ کہا ہے

© rasailojaraid.com

ان حالات میں قومی شعور اور تہذیبی اقدار سے محبت رکھنے والے حضرات نے دو نسخے تجویز کئے۔ اور دونوں کے فوائد آگے چل کر ظاہر ہوتے۔ سرسید احمد خان کا خیال تھا کہ ہم اپنے مذہب اور اپنے تمدن کے ساتھ مغربی علوم میں بھی مہارت حاصل کریں تاکہ نئے زمانے کی دوڑ میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ انہوں نے اینگلو محمڈن کالج علی گڑھ کی بنیاد ڈالی بعد میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بن گیا۔

دوسری طرف علماء دین کے ایک چھوٹے سے با حمیت گروہ نے دیوبند کی چھتے والی مسجد، انار کے درخت کے نیچے بیٹھ کر ایک اسلامی مدرسے کا آغاز کیا جو آج جامعہ الازہر کے بعد دنیا کی سب سے بڑی اسلامی درس گاہ سمجھی جاتی ہے۔ دینی مدارس کے قیام کی طرف توجہ دلانے والے ایک درویش حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے حافظ محمد ضامن شہید، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ساتھ شاملی ضلع مظفر نگر میں انگریز حکومت کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا تھا۔ اور ایک مختصر مدت کے لئے وہاں قومی حکومت بھی قائم کر لی تھی۔ دہلی پر برطانوی سامراج کا دوبارہ قبضہ ہو جانے کے بعد حاجی امداد اللہ مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ اور وہیں رہ کر ہندستان کے حالات کا گہرا مطالعہ کرتے رہے۔ اور اصلاح کے لئے اپنے مریدوں اور شاگردوں کی ایک بڑی تعداد تیار کر دی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد علی مونگیری، اور مولوی انوار اللہ خاں فضیلت جنگ وغیرہ سب حاجی صاحب ہی کے مرید و خلیفہ اور ان سے تربیت یافتہ بزرگ ہیں۔

غرض حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ایما پر محرم ۱۲۸۳ھ - ۳۱ مئی ۱۸۶۶ء کو اس مدرسے کا آغاز ہوا۔ اس کے بانیوں میں حاجی عابد حسین۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولوی ذوالفقار علی دیوبندی شامل ہیں۔ اس مدرسے میں پہلے استاد ملا محمود دیوبندی مقرر ہوئے اور پہلے طالب علم شیخ الہند مولانا محمود حسن تھے۔ اس کے بعد تو مدرسہ ترقی کرتا گیا۔ افغانستان۔ سرحد، پنجاب، کشمیر، بنگال۔ آسام۔ گجرات۔ ملایا اور انڈونیشیا تک سے طالب علم کھنچے چلے آنے لگے۔ گذشتہ ۱۱۸ برسوں میں دارالعلوم دیوبند نے سینکڑوں عالم پیدا کئے۔ جن میں مولوی شبیر احمد عثمانی۔ ظفر احمد تھانوی، مناظر احسن گیلانی وغیرہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے عالمانہ تصانیف سے اسلامیات کا دامن بھر دیا ہے، کسی نے خطابت سے کام لیا، کسی نے قلم سے، کسی نے تبلیغ دین کے لئے ہزاروں میل پیدل چل کر گاؤں گاؤں میں پیغام رسالت پہنچایا۔ اس ایک چراغ سے چھوٹے بڑے ہزاروں چراغ اور روشن ہو گئے۔ آج دینی مدرسوں اور مکتبوں کا جال پورے برصغیر میں پھیلا ہوا ہے۔ اور ایک محتاط اندازے کے مطابق پاکستان، ہندستان اور بنگلہ دیش میں ان مدرسوں کی تعداد ۲۵ ہزار سے کم نہیں ہے۔ ان کے چلانے والے اکثر وہی علماء ہیں جنہوں نے دارالعلوم دیوبند یا ندوۃ العلماء لکھنؤ یا مظاہر العلوم سہارنپور یا مدرسۃ الاصلاح پٹنہ سے فراغت حاصل کی ہے۔ دینی اقدار کو محفوظ رکھنے

© rasailojaraid.com

اصول دین کی اشاعت کرنے اور اسلامیات کے علمی ذخیرے بڑھانے میں ان علماء نے نہایت خاموشی کے ساتھ غیر معمولی رول ادا کیا ہے۔

دارالعلوم کے مہتمم اور مدرس کے منصب پر بھی بڑی جلیل القدر شخصیات رہی ہیں۔ ان میں مولانا محمد قاسم نانوتوی ان کے بیٹے حافظ محمد احمد نانوتوی اور پوتے مولانا محمد طیب قاسمی کے علاوہ مولانا سید اصغر حسین، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولوی ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا انور شاہ کشمیری اور مولوی حسین احمد مدنی عالمگیر شہرت رکھتے ہیں۔

مولانا حسین احمد مدنی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن کی خدمات ہندستان کی جدوجہد [illegible] ن کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ انہوں نے برطانوی سامراج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ قید و بند کی [illegible] توں کو جھیلا۔ وطن عزیز سے دور جزیرہ مالٹا میں بند کیے گئے۔ طرح طرح کی سختیاں جھیلیں مگر وطن کی آزادی سے [illegible] چیز پر راضی نہ ہوئے ہندستانی مسلمانوں کو سیاست میں بھی صحیح قیادت بھی علماء دیوبند کے اس حلقے سے ملی۔

مدرسہ دیوبند کے بانیوں نے شروع ہی سے یہ طے کیا تھا کہ حکومت سے کوئی مدد قبول نہیں کریں گے۔ اور غریب مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے عطیوں سے یہ مدرسہ چلے گا۔ وہی روش آج تک برقرار ہے۔ اور آج تقریباً ۲۵، ۳۰ لاکھ روپیہ سالانہ کا بجٹ مسلمانوں کے عطیات سے پورا ہوتا ہے۔ دارالعلوم کی ایک مجلس اعلیٰ ہے جو مجلس شوریٰ کہلاتی ہے یہ مجلس انتظامی کا انتخاب کرتی ہے اور انتظامی امور کا نگران مہتمم کہلاتا ہے جس کی حیثیت وائس چانسلر کے برابر ہے۔ یہاں علوم کے اعتبار سے شعبے قائم ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، حفظ و تجوید اور ادب کے شعبے خاصے بڑے ہیں۔ ان کے علاوہ اختیاری مضمون کی حیثیت سے ہندی اور انگریزی بھی پڑھائی جاتی ہے۔ ایک طبیہ کالج بھی دارالعلوم سے ملحق ہے۔ یہاں طب یونانی کا پانچ سالہ کورس ہوتا ہے۔ لیکن دارالعلوم کی ممتاز خصوصیت "دورۂ حدیث" ہے۔ جہاں علم حدیث کی قدیم روایات اور شان کے پورے احترام کے ساتھ درس حدیث اسی طرح دیا جاتا ہے جیسے وہ صحابہ و تابعین کے زمانے میں دیا جاتا تھا۔ بعض دوسرے مدارس کے فارغ التحصیل حضرات بھی خیر و برکت کے لئے اور اپنی سند روایت کو درست کرنے کے لئے اس دورے میں شریک ہوتے ہیں۔

اکثر ہندستانی مدارس نے اپنے نظام تعلیم میں کوئی ایک پہلو اختصاص کا رکھا ہے۔ مثلاً فرنگی محل میں فلسفہ و منطق، دہلی میں تفسیر و حدیث خصوصی طور پر پڑھائے جاتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند نے تفسیر، حدیث اور فقہ کی بنیادی تعلیم پر خاص زور دیا ہے۔ مگر دوسرے علوم کو بھی اپنے نصاب تعلیم میں شامل رکھا ہے۔ اس سے ایک طرح کی جامعیت پیدا ہو گئی ہے۔

دارالعلوم دیوبند ایک اقامتی درس گاہ ہے۔ یہاں تقریباً ۲ ہزار طلبہ کے رہنے اور کھانے کا بندوبست ہے بعض طلبہ کو وظیفہ کے نام پر جیب خرچ بھی دیا جاتا ہے۔ نادار طلبہ کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے ابتدائی مرحلے

© rasailojaraid.com

سے فارغ التحصیل ہونے تک ایک طالب علم کو ۷-۸ سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ امتحان کا طریقہ بھی قدیم اسلامی مدارس کے مطابق ہے۔ یہاں درس بھی کتاب کا ہوتا ہے اور امتحان بھی۔ جدید مغربی طرز تعلیم سے دیوبند نے اپنے نظام کو ممکن حد تک دور رکھا ہے۔ دارالعلوم کا کتب خانہ بھی بہت شاندار ہے۔ اسلامیات کی اہم کتابیں خواہ وہ عربی میں ہوں یا فارسی اور اردو میں، اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ اس کا شعبۂ مخطوطات بھی بہت اہم ہے جس میں فارسی اور عربی کے کئی ہزار قلمی نسخے محفوظ ہیں۔ جن کی وضاحتی فہرست دو جلدوں میں مولوی ظفیر الدین کی مرتب کی ہوئی شائع ہو چکی ہے۔

مسلک کے اعتبار سے دارالعلوم دیوبند اہل السنۃ والجماعت کا مدرسہ ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے فقہی مکتب کا پیرو ہے۔ مگر وہ اپنا ذہنی رشتہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے جوڑتا ہے۔ اور ایمان کی بات یہ ہے کہ ہندستان کا کوئی مدرسہ فکر ایسا نہیں ہے جہاں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا روحانی اور علمی فیضان نہ پہنچا ہو۔ استقامت، جمیت اور حمایت شرع میں یہ مدرسہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے عظیم کارناموں کی توسیع ہے۔ اور طریقت میں اس کا سلسلہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے وسیلے سے ہندستان کے جلیل القدر چشتی صوفیا سے مل جاتا ہے اس طرح دارالعلوم دیوبند نے شریعت و طریقت میں بھی ایک خوشگوار اتصال پیدا کر دیا ہے۔

دارالعلوم دیوبند سے فیض حاصل کرنے والے علما اس صدی میں تصنیف و تالیف، تبلیغ، تعلیم و تدریس، سیاست اور اصلاح معاشرت کی تحریکوں میں بہت ممتاز رہے ہیں۔ بعض کا نام اوپر آچکا ہے۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولوی عبیداللہ سندھی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولوی احمد سعید دہلوی، مولانا احمد علی لاہوری، مولوی اعزاز علی دیوبندی مولانا محمد الیاس کاندھلوی، شیخ الحدیث محمد زکریا سہارنپوری، مولانا محمد شفیع، مولوی محمد یوسف بنوری، مولانا محمد طیب ہرداروی، مولانا نسیم احمد فریدی، مولوی محمد منظور نعمانی، مفتی عتیق الرحمن عثمانی اور مولوی سعید احمد اکبرآبادی ایسے بہت سے نام ہیں جنہوں نے اپنے اپنے میدان میں غیر معمولی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اور ہندستان میں اس ایک صدی میں اسلامیات کے جو کچھ علمی اور عملی کام ہوئے ہیں اس میں ان بزرگوں کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ جس کی قدر و قیمت زمانے کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی جائے گی۔

اپریل ۱۹۱۲ء میں مشہور مصری عالم سید رشید رضا مصری ایڈیٹر المنار دیوبند تھے تو انہوں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ اگر میں دارالعلوم دیوبند نہ دیکھتا تو ہندستان سے محروم ہی جاتا۔ میری آنکھوں کو جیسی ٹھنڈک اس مدرسے کو دیکھ کر نصیب ہوئی وہ اور کہیں نہیں ملی نہ کہیں اتنی خوشی حاصل ہوئی جو مجھے یہاں ملی اور اس کا سبب علماء دیوبند کی غیرت اسلامی اور ان کا اخلاص ہے۔

باقی ص ۳۴ پہ